29

جب تک ساری دنیا میں ہمارے مراکز قائم نہ ہوں ہم جیت نہیں سکتے

(فرمودہ 24 نومبر 1950ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے گلے کی تکلیف میں بھی کمی ہونی شروع ہوگئی ہے اور وہ نزلہ جو کانوں اور گلے پر گرتا تھا اُس میں بھی آگے سے کمی ہے۔ آواز ابھی صاف تو نہیں ہوئی لیکن صاف ہونی شروع ہوگئی ہے۔ اِس وقت جیسا کہ میں اس بیماری میں برابر دیکھتا آیا ہوں کہ بیماری ایک جہت سے دوسری جہت میں منتقل ہوتی رہتی ہے جونہی گلے کی تکلیف سے آرام آنا شروع ہوا منہ کے اندر ورم پیدا ہوگیا، اِس طرح ہونٹوں پر بھی ورم ہے اور خراش اور خشکی پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ہونٹوں پر بار بار زبان پھیرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ کھچے کھچے محسوس ہوتے ہیں۔ طبی طور پر اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ زہریلا مادہ جو سینہ میں پڑا تھا اور پھر گلے پر پڑنا شروع ہوا تھا اب منہ کی طرف آ رہا ہے۔

ہماری جماعت کا قیام اسلام کے دوبارہ احیاء اور اس کو دنیا میں شوکت وعظمت کے ساتھ قائم کرنے کے لئے ہوا ہے۔ گویا احمدیت کی شکل میں کوئی نیا مذہب قائم نہیں ہوا۔ احمدیت نے کوئی نئی شریعت پیش نہیں کی۔ احمدیت کوئی نیا مسلک لے کر نہیں آئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا احمدیت لفظ بلفظ اُس کی نقل ہے اور حرف بحرف اُسی کی تصدیق ہے۔ احمدیت کے آنے کی وجہ اور اللہ تعالیٰ کے ایک مامور کو کھڑا کرنے کی وجہ صرف اور صرف اِتنی ہی تھی، اتنی ہی ہے اور اتنی ہی

رہے گی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کو جو مسلمانوں نے بُھلا دیا تھا اور آپ کے بتائے ہوئے رستہ کو جو مسلمانوں نے ترک کر دیا تھا اور آپ کی سکھائی ہوئی تعلیم کو جسے لوگوں نے چھوڑ دیا تھا اور اس کے نتیجہ میں اپنے عمل کی کمزوری اور خدا کی گرفت کی وجہ سے مسلمانوں کا قدم ذلّت ، نکبت اور رُسوائی کی طرف لَوٹ گیا تھا اور یا تو وہ ایک وقت میں دنیا کے ایک بڑے حصہ پر غالب تھے اور یا وہ سارے ممالک میں مغلوب ہو گئے اور ان کی دینی، اخلاقی، سیاسی، تمدنی اور علمی برتری دینی، اخلاقی، سیاسی، تمدنی اور علمی شکست اور کمزوری میں متبدّل ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اِس ذلت کو دور کرے اور پہلے طریق کو دوبارہ دنیا میں رائج کرے۔ اسلامی اخلاق کو دوبارہ پیدا کرے اور اپنے دین کو پھر دنیا میں غالب کرے اور کفر اس کے مقابلہ میں شکست کھا کر اپنی مقررہ جگہ پر چلا جائے۔ یہی احمدیت کے قیام کی غرض تھی، یہی غرض اب بھی ہے اور یہی غرض قیامت تک رہے گی۔ دشمن خواہ کتنی غلط باتیں ہماری طرف منسوب کرے، وہ خواہ کتنے غلط عقیدے ہماری طرف منسوب کرے، وہ خواہ کتنی باتیں اپنے دل سے بنا کر ہمارے عقیدوں میں داخل کرنے کی کوشش کرے یہ ایک صداقت ہے جس کا کوئی غیر بھی دیانتداری کے ساتھ مطالعہ کرے گا تو اس پر واضح ہو جائے گی اور اُسے تسلیم کرنا ہوگا کہ احمدیت کا مقصد اور مدعا ابتدا سے لے کر آج تک یہی رہا ہے اور آج سے لے کر قیامت تک یہی رہے گا۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ یہی منشاء احمدیت کے قیام کا تھا، یہی منشاء احمدیت کے قیام کا ہے اور یہی منشاء احمدیت کے قیام کا رہے گا۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھیجے گئے تھے اور قرآن کریم خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے اور قیامت تک قائم رہنے والی کتاب ہے تو پھر یہ تیسرا نتیجہ بھی ضروری ہے کہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ دنیا کی طاقتیں اور قوتیں خواہ وہ سیاسی ہوں، تمدنی ہوں، علمی ہوں یا کسی قسم کی بھی ہوں منفردانہ طور پر یا مشترک طور پر الگ الگ وقتوں میں یا ایک ہی وقت میں مختلف سکیموں کے ماتحت یا ایک ہی سکیم کے ماتحت اچانک یا کسی سوچی سمجھی ہوئی تدبیر کے مطابق اگر حملہ کریں گی تو وہ ناکام و نامراد رہیں گی اور احمدیت ہی غالب آئے گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ احمدی اپنے فرائض کو ادا کریں اور وہ اپنے مقصد کو اپنے سامنے ہمیشہ زندہ رکھیں۔

جہاں تک مقصد کا سوال ہے احمدیت کا وہی مقصد ہے جو اسلام کا تھا۔ اور وہ میں نے بتایا ہے

''دینِ الٰہی کا دنیا پر غالب کرنا''۔اس مقصد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایجاد نہیں کیا اِس کو صرف دُہرایا ہے یا یاد دلایا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس مقصد کو دنیا کے سامنے نئے سرے سے پیش نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے نئے سرے سے قائم کرنے کے لئے آپ کو کھڑا کیا ہے۔پس جہاں تک مقصد کا سوال ہے ہر بیدار اور دیانتدار غیر احمدی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔پھر ایک احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟ احمدی اور غیر احمدی میں یہی فرق ہے کہ ایک غیر احمدی اس مقصد کو اپنے سامنے نہیں رکھتا۔عام غیر احمدی اس مقصد کو بھول گئے ہیں لیکن دیانتدار غیر احمدی اسے تسلیم تو کرتے ہیں لیکن اسے پورا کرنے کے لئے مشترکانہ اور متّحدانہ جدوجہد کے لئے تیار نہیں۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ایسی جماعت قائم کی ہے جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مشترکانہ اور متحدانہ جدوجہد کا اقرار کرتی ہے۔حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو یہی ایک فرق ہے جو غیر احمدی اور احمدی میں پایا جاتا ہے۔باقی سب باتیں اس کے تابع ہیں۔اگر نئے الہام کی ضرورت پیش آئی، اگر نئی وحی کی ضرورت پیش آئی تو اِسی لئے کہ تا اس اقرار کے اندر زور پیدا کیا جائے، اس کے اندر پختگی پیدا کی جائے، اور جو اس مقصد کو پورا کرنے والے ہیں خدا تعالیٰ اُن کے ایمانوں کو ایسا مضبوط کر دے کہ وہ سب کچھ اس کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔اگر غور کیا جائے تو مسیحیت و مہدویت، الہامِ جدید اور وحیِ الٰہی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی، وہ معجزات اور نشانات جو آپ نے دکھائے وہ سب اس کے تابع ہیں۔وہ نشانات اور وحی اس مقصد کو دہرانے کے لئے ہیں۔پس احمدیت کوئی نئی چیز پیش کرنے کے لئے نہیں آئی۔وہ اس لئے آئی ہے کہ تا زندہ خدا کو لوگوں کے سامنے کھڑا کرے۔اور اسے دیکھ کر ان کے اندر عزیمت، ہمت اور ولولہ پیدا ہو جائے۔اور وہ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں کہ جس کے بغیر اسلام اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل نہیں کرسکتا۔اور اگر حقیقت یہی ہے تو احمدی وہی کہلا سکتا ہے جو قربانی کے لئے تیار ہو اور اس کے سامنے ہمیشہ یہ بات رہے کہ اُس نے ساری دنیا میں اسلام کی عظمت اور شوکت کو قائم کرنا ہے۔اگر یہ مقصد کسی کی نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے یا اس کی قربانی کمزور پڑ جاتی ہے تو یقیناً جتنی جتنی اُس کی قربانی کمزور ہوتی جاتی ہے اُتنا اُتنا وہ احمدیت سے دُور چلا جاتا ہے اور آپ ہی آپ احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔

جہاں تک گھروں میں بیٹھ کر نماز پڑھنے اور ذکرِ الٰہی کرنے کا سوال ہے ہزاروں ہزار غیر احمدی

بھی ایسا کر رہے ہیں۔ جو کام وہ نہیں کر رہے اور جس کی حقیقت سے وہ غافل ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن وہ عظمت وشوکت اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ توپ وتفنگ کے بغیر بھی دنیا کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ اب غیر احمدیوں میں بھی بیداری اور قربانی کی روح پیدا ہو رہی ہے لیکن قربانی کی وہ روح انہیں توپ وتفنگ کی طرف لے جاتی ہے قرآن کریم کی طرف نہیں لے جاتی۔ وہ قرآن کریم کو ایسا ہی بے کار سمجھتے ہیں جیسا ان سے پہلے ان کا ایک سویا ہوا بھائی سمجھتا تھا۔ بے شک آجکل کا ایک مسلمان آج سے سَو یا پچاس سال قبل کے مسلمان کی نسبت بیدار ہے لیکن وہ توپوں اور تلواروں کی طرف بھاگ رہا ہے، وہ حسرت سے ایٹم بم بنانے والوں کی طرف دیکھ رہا ہے اور اس امید میں ہے کہ وہ اسے بھی صدقہ کے طور پر کچھ ہتھیار بخش دیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ تمہاری توپ قرآن ہے، تمہاری رائفل قرآن ہے تمہاری بندوق قرآن ہے، تمہارا پستول قرآن ہے۔ قرآن تمہارا وہ ہتھیار ہے جس سے تم نے دنیا کا سر کچلنا ہے۔ پس تم فتح کے لئے اس امر کے محتاج نہیں ہو کہ انگلستان تمہیں توپیں دے۔ تم فتح کے لئے اس امر کے محتاج نہیں ہو کہ امریکہ تم پر مہربان ہو اور ایک دو ایٹم بم دے دے۔ یا فرانس اور جرمنی تمہیں کیمیاوی چیزیں پیدا کر کے دیں بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم قرآن کریم لو اور دنیا کو فتح کرلو۔

حقیقت یہ ہے کہ وہی فرق جو عقائد سے تعلق رکھتا ہے یہاں بھی چلتا ہے۔ غیر احمدی دین کے بارہ میں بھی اس امید میں ہیں کہ موسوی سلسلہ کا مسیح اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو باہر نکالے گا اور سیاسی اور تمدنی طور پر اسلام کے غلبہ کے لئے بھی غیر احمدی مغرب کی توپوں اور گولہ بارود کی فکر میں ہیں۔ لیکن احمدیت کہتی ہے نہ تو مذہبی طور پر اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے موسوی سلسلہ کے مسیحؑ کی ضرورت ہے اور نہ اسلام کو سیاسی اور تمدنی طور پر دنیا پر غالب کرنے کے لئے یورپ اور امریکہ سے ملے ہوئے گولہ بارود کی ضرورت ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا جرنیل ہی اسلام کو روحانیت کے لحاظ سے تمام دنیا پر غالب کرے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تلوار ہی اسلام کو سیاسی اور تمدنی طور پر دنیا پر غالب کرنے کے لئے کام کرے گی۔ احمدیت یہ پیش کرتی ہے کہ سیاسی طور پر جو ہتھیار کام دے گا وہ قرآن کریم ہے۔ اور مذہبی طور پر جو شخص اسلام کو دنیا پر غالب کرے گا اور دنیا میں اسے دوبارہ قائم کرے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ایک شاگرد ہوگا۔ لیکن بہر صورت یہ بات

تو ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہو یا اسلام دنیا میں پھیلے اور دوسرے اَدیان پر اس کا غلبہ ہو اِن امور کے لئے بھی آدمیوں کی ضرورت ہے، روپے کی ضرورت ہے، وقت کی ضرورت ہے، کتابوں کی ضرورت ہے، لٹریچر کی ضرورت ہے، اشتہاروں کی ضرورت ہے، اس کے لئے قربانی کرنی ہوگی۔ دوسرے مسلمان اپنا روپیہ تلواروں، پستولوں اور گولہ بارود پر خرچ کریں گے مگر احمدی بھی خرچ سے نہیں بچیں گے۔ وہ قرآن کریم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی برتری اور دین کی اشاعت اور سپاہی بھیجنے کی بجائے مبلغ بھیج کر اپنا روپیہ خرچ کریں گے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کا اعلان کیا تھا اور اسی مقصد کے لئے ہر سال نئے سال کی تحریک کی جاتی ہے۔

شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لی جائے اور پھر باہر جایا جائے۔ پاکستان میں ابھی 99 فیصدی یا اس سے بھی زیادہ لوگ احمدیت سے دور ہیں پھر غیر ممالک میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے لئے یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب بھی وہ دنیا میں کوئی سچائی بھیجتا ہے وہ اسی طرح بھیجتا ہے جس طرح زمیندار چھینٹا دے کر بیج بوتا ہے۔ یورپ میں بیج بونے کا طریق یہ ہے کہ پہلے نالیاں بنائی جاتی ہیں پھر ان نالیوں میں بیج ڈالا جاتا ہے تا اسے ترتیب کے ساتھ اُگایا جائے۔ مگر یہ خدائی طریق نہیں۔ الٰہی سنت یہی ہے بلکہ اس کے قانونِ قدرت میں یہی بات ہے کہ وہ چھینٹے کے طور پر بیج بوتا ہے۔ پھر وہ بیج اپنی اپنی جگہ پر پھیلتا ہے۔ اگر ہم یورپ کے طریق پر عمل کریں تو ملک کا سوال نہیں۔ جب ہم قادیان میں تھے ہم بٹالہ کی تحصیل میں پہلے تبلیغ کرتے۔ جب وہ سارے کے سارے لوگ احمدیت میں داخل ہو جاتے تو گورداسپور کے ضلع میں تبلیغ کرتے۔ جب سارا ضلع احمدی ہو جاتا تو ہوشیار پور اور امرتسر کی طرف رُخ کرتے۔ جب یہ دونوں ضلعے احمدیت میں داخل ہو جاتے تو سیالکوٹ اور جالندھر کی طرف اپنی توجہ کرتے۔ لیکن کوئی عقلمند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس طرح کامیابی ہوتی۔ بعض علاقوں میں ابھی تک دو دو تین تین احمدی ہیں لیکن بعض علاقوں میں آج سے بیس سال قبل کوئی احمدی نہیں تھا اب ہزاروں احمدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون ماننے والا ہے اور کون نہیں۔ اس لئے اُس کا یہ طریق ہے کہ وہ چھینٹے کی طرح بیج بوتا ہے اور اِس طرح وہ ہمیں کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ غرض ایک علاقہ کے ساتھ وابستہ ہونا الٰہی سنت کے خلاف ہے۔

دوسرے جو جماعتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں یہ سنت ہے کہ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ 1 کہ افسوس بنی نوع انسان پر کہ کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ میں نے کوئی رسول ان کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہو اور انہوں نے اس سے ٹھٹھا نہ کیا ہو۔ اگر لوگ دشمنی کرتے ہیں تو ان کی دشمنی کی حد بندی کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اتنی مخالفت کرو آگے نہ کرو۔ یہ دشمن کا کام ہے کہ وہ اپنی دشمنی کی حد بندی کرے یا نہ کرے۔ یہ جاہل کا کام ہے کہ وہ لڑائی کرنے پر مجبور ہوتا ہے تو سمجھتا ہے کہ لڑائی یہاں تک ہوگی آگے ختم ہو جائے گی۔

ہمارے ملک میں ایک پاگل ڈپٹی کمشنر آیا تھا اُس کا ایک بیرا تھا وہ بیرا ایک معزز اور غیرت مند خاندان سے تھا۔ غربت کی وجہ سے اُس نے بیرا کا کام شروع کر دیا تھا۔ ایک دن ڈپٹی کمشنر کو اُس پر غصہ آیا اور اُس نے اُسے کہا سؤر۔ بیرا نے کہا تُو سؤر، تمہارا باپ سؤر۔ ڈپٹی کمشنر کو یہ امید نہ تھی کہ وہ بیرا ہو کر ایسا کہے گا۔ وہ پاگل تھا لیکن اس کا دماغ منطقی تھا۔ اس نے کہا بس بس آگے نہیں۔ میں نے تم کو سؤر کہا ہے تمہارے باپ کو سؤر نہیں کہا۔ اس لئے تم مجھے گالی دے لو لیکن میرے باپ کو کچھ نہ کہو۔ یہ بیشک ایک مجنون کا فعل تھا لیکن سوال یہ ہے کہ جب لڑائیاں شروع ہو جائیں تو اُن کی حد بندی کیوں؟ دشمن کبھی دس تک پہنچے گا، کبھی بیس تک پہنچے گا، کبھی تیس تک پہنچے گا۔ وہ قوم جاہل ہے جو دشمنوں سے گھِری ہوئی ہو اور پھر لڑائی کو محدود تصور کرے کہ فلاں تک دشمنی ہوگی آگے ختم ہو جائے گی۔

دنیا کی مثالوں کو دیکھ لو کہ دشمنیاں کہاں تک گئی ہیں۔ یہ بھی ہوا ہے کہ کسی نے مار پیٹ کو چھوڑ دیا یہ بھی ہوا کہ کسی نے لُوٹ کر چھوڑ دیا۔ یہ بھی ہوا ہے کہ کسی نے کسی فرد کو قتل کر کے لڑائی ترک کر دی۔ اور یہ بھی ہوا ہے کہ اسے ملک سے نکال دیا۔ اگر کسی شخص کا یہ مقصد ہے کہ وہ سچائی کے پیچھے ہے اور وہ کہے کہ اچھا ہم مر جائیں گے لیکن اسے چھوڑیں گے نہیں اور وہ مر جاتا ہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس نے سچائی کا صرف ساتھ نہیں دینا بلکہ اسے دنیا میں قائم کرنا ہے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم مر جائیں گے لیکن سچائی کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ اگر وہ مر جائیں گے تو اُن کا مقصد ختم ہو جائے گا کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم سچائی کو نہیں چھوڑیں گے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم سچائی کو نہیں چھوڑیں گے تو اُن کا مرنا ہی اُن کی جیت ہوگا۔ لیکن اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سچائی کو قائم کر کے چھوڑیں گے تو خواہ وہ صداقت کی خاطر مارے جائیں گے وہ ہاریں گے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم سچائی کو قائم کر کے

چھوڑیں گے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مر جائیں گے مگر سچائی کو نہیں چھوڑیں گے۔ پس اگر تم نے یہ کہا ہے کہ ہم نے سچائی کو قائم کرنا ہے تو اگر دشمن تمہیں مار دیتا ہے تو تمہارا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر تمہارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سچائی کا دامن نہیں چھوڑنا اور دشمن تمہیں مار دیتا تو تمہاری جیت ہوتی۔ لیکن تم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے اسلام کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنا ہے۔ اب اگر تم بحیثیت جماعت مر جاتے ہو تو تمہاری جیت نہیں ہار ہے۔ اگر ایک آدمی مر جاتا ہے یا دو آدمی مر جاتے ہیں یا دس آدمی مر جاتے ہیں تو پھر تو جیت ہے لیکن بحیثیت قوم تم مر جاؤ تو یہ تمہاری ہار ہوگی۔

جن قوموں کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ اگر دوسرے لوگ ہمیں ملک سے نکال بھی دیں تب بھی ہم نے سچائی کو قائم کر کے چھوڑنا ہے اُن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دوسرے ممالک میں بھی اپنے مراکز بنائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے جب آپ کو نکال دیا تو آپ نے مدینہ میں اپنا مرکز قائم کیا۔ بعض مسلمانوں کو آپ نے حبشہ کی طرف بھی بھیجا لیکن وہاں کامیابی نہیں ہوئی مگر مدینہ کی ہجرت کامیاب رہی۔ حالانکہ ہجرتیں دونوں ہی تھیں۔ ان میں فرق کیا تھا کہ حبشہ میں کامیابی نہ ہوئی اور مدینہ میں کامیابی ہوئی؟ ان دونوں میں فرق یہ تھا کہ حبشہ میں ہجرت سے قبل کوئی مسلمان نہیں تھا۔ ہجرت کر کے وہاں جانے والوں کو کوئی خوش آمدید کہنے والا نہیں تھا۔ کوئی وطنی مسلمان ایسا نہیں تھا جو ان کے ساتھ مل کر کام کرتا۔ لیکن مدینہ میں ہجرت سے پہلے مسلمان موجود تھے۔ پہلے دسیوں تھے، پھر بیسیوں ہوئے، پھر سینکڑوں ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہو چکے تھے۔ بہرحال ہجرت سے قبل مدینہ میں ایسے ہزاروں مسلمان تھے جو مدینہ کو مرکز بنا کر تمام دنیا کے اندر اسلام کی اشاعت کرنے کے لئے تیار تھے اور یہی مسلمانوں کی کامیابی کا ذریعہ بنا۔ پس جس جماعت نے تمام دنیا پر غالب آنے کا دعویٰ کیا ہو اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے ممالک میں بھی اپنے مراکز بنائے تا اگر اُسے اپنے ملک سے نکال دیا جائے تو وہ وہاں سے دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ اور جتنے وسیع ملکوں میں وہ جماعت پھیلے گی اُتنے ہی زیادہ امکانات ہوں گے کہ وہ ان میں مرکز بنالیں گے کیونکہ ایک ہی وقت میں سارے ممالک مخالف نہیں ہو جاتے۔ کسی کا مقولہ ہے تم کچھ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے دھوکا دے سکتے ہو لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کے لئے دھوکا نہیں دے سکتے۔ اُس نے ساری دنیا کو کچھ وقت تک دھوکا دینے کے امکان کو ظاہر کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ

ساری دنیا کو کچھ وقت کے لئے بھی دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔اس لئے اگر احمدیت سارے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے تو اگر کسی ایک ملک میں اس کے دشمن برسرِ اقتدار آ جائیں (ہر نہ ماننے والا دشمن نہیں ہوتا جیسا کہ اِس وقت مسلم لیگ کی حکومت ہے وہ ہمارے مذہب کی نہیں مگر اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک سیاسی حکومت ہے مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کسی پر ظلم کرنے کے لئے تیار نہیں۔لیکن فرض کرو کہ احرار ملک میں صاحبِ اقتدار ہو جائیں تو پھر ملکی حکومت ظالموں اور جابروں کی حکومت ہوگی اور اس سے انصاف کی تم توقع نہیں کر سکتے نہ اور کوئی شخص ان سے انصاف کی توقع کرسکتا ہے جو اِن سے اختلاف رکھتا ہو۔) اوراس کا قانون اور حکومت بھی اسکے خلاف ہو جائے تو احمدیوں کو ایسے رستے مل جائیں گے کہ وہ کسی اَور ملک میں پھیل جائیں۔اگر کسی میں عقل اور سمجھ ہو اور اُسے توفیق ملی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سنت کا مطالعہ کرے کہ اس کے نبیوں کے ساتھ کیا گزرا ہے تو اسے ماننا پڑے گا کہ جب تک ساری دنیا میں ہمارے مراکز قائم نہ ہو جائیں ہم جیت نہیں سکتے۔ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سا ملک ہمیں امان دینے والا ہوگا۔

پس احمدی کا جو دعویٰ ہے کہ اس نے اسلام کو تمام دنیا پر غالب کرنا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف ممالک میں تبلیغ کی جائے اور مختلف ممالک میں ہماری جماعتیں قائم ہوں تا اگر کسی ملک میں احمدیوں کو تبلیغ سے روک دیا جائے اور ان کو وہاں پھیلنے کا آزادی کے ساتھ موقع نہ ملے تو اس مجبوری کی وجہ سے اُس ملک کے احمدی اس ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلے جائیں۔تحریک جدید کے ذریعہ جو مشنری باہر بھیجے جاتے ہیں وہ اِنہی دو حکمتوں کے ماتحت بھیجے جاتے ہیں۔اُن کی ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ سچائی ایک جگہ نہیں پھیلتی بلکہ وہ مختلف ممالک میں پھیلا کرتی ہے۔ہر ملک میں کچھ نہ کچھ آدمی شریف اور عقلمند ہوتے ہیں ان کے سامنے اگر سچائی پیش کی جائے تو وہ اسے مان لیتے ہیں۔اگر سلسلہ کے لوگ ایک ملک میں ہی رہیں تو عقلمند تو مان لیں گے لیکن جو لوگ اپنے آپ کو زیادہ عقلمند اور لائق سمجھتے ہیں یا کم عقلمند ہوں گے وہ اسے ماننے کے لئے بآسانی تیار نہیں ہوں گے۔اگر وہ ایک ہی جگہ کے لوگوں پر اتنا خرچ کرتے رہیں گے تو ان کو احمدیت میں داخل کرنے پر بیسیوں سال لگ جائیں گے۔لیکن اگر ساری دنیا میں جائیں گے تو سچائی ماننے والے لوگ جہاں بھی ہوں گے انہیں مل جائیں گے۔جرمن جو سچائی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں وہ احمدیت کو مل

جائیں گے، افریقن جو سچائی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں وہ احمدیت کو مل جائیں گے، انڈونیشین جو سچائی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں وہ احمدیت کو مل جائیں گے، امریکن جو سچائی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں وہ احمدیت کو مل جائیں گے۔ اِسی طرح باقی ممالک اور جزائر میں جو لوگ سچائی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں وہ احمدیت کو مل جائیں گے۔ اگر سارے ممالک میں احمدی نہیں جائیں گے تو سچائی کو ماننے والے مر جائیں گے اور ہمارا ٹکراؤ اُن سے ہوگا جو سچائی کو نہیں مانیں گے۔ پس دوسرے ممالک میں احمدیت کے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے تمام انبیاء کے وقت میں ایسا ہی ہوا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھ لو آپ فلسطین میں پیدا ہوئے لیکن ان کا مذہبی ٹکراؤ کبھی روما میں ہوا، کبھی مصر میں ہوا، کبھی ایرانی سرحدوں پر ہوا۔ ایک جگہ پر عیسائی مارے گئے تو انہوں نے اپنا مرکز دوسری جگہ بنا لیا۔ فلسطین میں اگر وہ تبلیغ نہ کر سکے تو انہوں نے اپنا مرکز اسکندریہ میں بنا لیا۔ پھر وہاں ظلم ہوا تو ٹرکی کے ساتھ ساتھ کے جزائر میں انہوں نے مرکز بنا لیا۔ وہاں ظلم ہوا تو وہ یونان میں چلے گئے۔ اور وہاں اگر مخالفت ہوئی اور وہ کامیابی کے ساتھ تبلیغ نہ کر سکے تو انہوں نے اپنا مرکز روما میں بنا لیا۔ اِسی طرح وہ تبلیغ کرتے گئے یہاں تک کہ وہ ساری دنیا پر غالب آ گئے۔ پس اگر ہم اِس بات کے مدعی ہیں کہ ہم نے تمام دنیا پر غالب آنا ہے تو ضروری ہے کہ ہم تمام ممالک میں اپنے مراکز بنائیں تا اگر ایک جگہ پر لوگوں میں جوش پیدا ہو جائے تو ہم دوسری جگہ اپنا زور لگائیں۔ اور اگر ہم ایک ہی جگہ رہیں گے تو ہم فتنہ کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ تحریک جدید کے قیام کی یہی دو وجہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ان دونوں وجوہ کو نظر انداز کر کے تمہاری ہستی قائم نہیں رہ سکتی۔

ابھی تو درحقیقت یہ سوال ہی نہیں کہ ہم تبلیغ کے ان میدانوں میں ترقی حاصل کرنے کی کیا صورت کریں۔ ابھی بہت سے میدان ایسے ہیں جہاں ہمارے مبلغ نہیں پہنچے۔ ابھی تک ایسے ممالک بھی ہیں جہاں احمدیت کی ابتدائی تبلیغ بھی نہیں ہوئی۔ اور یہ ہزاروں ہزار کی تعداد میں ہیں۔ صرف بیس پچیس ایسے ممالک ہیں جہاں احمدیت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور اگر جزائر کو ملا لیا جائے تو ان میں سے بعض مجموعے ایسے بھی ہیں جو ہزار ہزار جزیرے پر مشتمل ہیں۔ اس طرح تین چار ہزار ایسے ممالک نکل آئیں گے جہاں احمدیت کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ تبلیغ صرف بیس پچیس ممالک میں ہو رہی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ احمدی ہو جانے کے بعد لوگ یہ سوچتے نہیں رہتے کہ تبلیغ کا کیا مقام ہے۔ بہت سے لوگ تو تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھتے ہی نہیں۔ وہ اس لئے چندہ دیتے ہیں کہ میری طرف سے چندہ کی تحریک ہوئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ دروازہ پر سوالی آیا ہے اس کی آواز رائیگاں نہ جائے۔ حالانکہ یہاں ان کی زندگی کا سوال ہے، ان کے بیوی بچوں کی زندگی کا سوال ہے، ان کے ایمان کا سوال ہے، ان کے ایمان کے بچاؤ کا سوال ہے۔ یہاں یہ سوال نہیں کہ ہم نفلی نیکی کر کے چندہ دیتے ہیں بلکہ اس پر ہماری زندگی کا انحصار ہے۔ اگر تم غیر ممالک میں اپنے مراکز نہیں بناؤ گے تو جس طرح چُوہے کو بِل میں بند کر دیا جاتا ہے تم بعض ممالک میں اِس سے بھی بُری طرح بند کر دیئے جاؤ گے۔ اِسی طرح ایسے نیک طبیعت لوگ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مر جائیں گے جن تک تم نے احمدیت کا پیغام نہیں پہنچایا ہوگا اور اس طرح تم خدا تعالیٰ کے سامنے مجرم بن جاؤ گے۔

پس مجھے جماعت کے افراد کی حالت کو دیکھ کر افسوس آتا ہے کہ وہ سُستی اور غفلت دکھاتے کیوں ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی اعلان کیا ہے سال کے بارہ مہینے گزر گئے ہیں لیکن وعدے نصف سے بھی کم وصول ہوئے ہیں۔ اب میرے زور دینے کے بعد وصولی کی مقدار کچھ اونچی ہوئی ہے۔ یہ طوعی چندہ ہے جس کو تم اپنے اوپر فرض کر لیتے ہو۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا 2 جو تم اقرار کرتے ہو یہ تم مت سمجھو کہ وہ نفلی ہے۔ وہ فرض ہے اور قیامت کے دن یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے وہ عہد پورا کیوں نہیں کیا۔ پس تمہیں چاہیے تھا کہ تم اپنے عہد کو پورا کرتے۔ لیکن انتہائی یاددہانی کے بعد 51، 52 فیصدی وعدے وصول ہوئے ہیں اور 51، 52 فیصدی کے معنے یہ ہیں کہ اگلے سال بھی تم وعدہ پورا نہیں کر سکو گے۔ اگر یہی حال رہا تو کام بڑھے گا کیسے؟ بہرحال اس امر کو سمجھتے ہوئے کہ جماعت پر عارضی طور پر غنودگی کا وقت آیا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ صرف خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس پر غنودگی اور نیند کا وقت نہیں آتا اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے میں تحریک جدید کے سترھویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں اور ان میں بعض مبلغ بھی شامل ہیں کہ آپ نے پہلے دس سال کے چندہ کا اعلان کیا تھا پھر اسے انیس سال کر دیا۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تمہارے لئے تدبیر کی تھی کہ تم اپنے ایمانوں کو بڑھاؤ۔ یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں کوئی شخص کسی جگہ سے

گزر رہا تھا اُس نے دیکھا کہ ایک شخص گرمی کے موسم میں دھوپ میں بیٹھا تھا۔ اُس نے اُسے کہا میاں! چھاؤں میں بیٹھ جاؤ۔ اُس نے جواب دیا اگر میں چھاؤں میں بیٹھ جاؤں تو تم مجھے کیا دو گے؟ یہ تو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے تدبیر کی ہے اور تم کہتے ہو یہ کیا بات ہے۔ پہلے پہل تو میرے منہ سے ایک مشتبہ فقرہ نکلا تھا جس سے بعض لوگوں نے ایک سال کی تحریک سمجھا تھا اور بعض لوگوں نے اسے تین سال کی تحریک سمجھا تھا۔ اگر خدا تعالیٰ جماعت کو چوٹ نہ لگاتا اور یہ مشتبہ فقرہ میرے منہ سے نہ نکلتا تو تم میں سے بعض کو سولہ سال تک جو چندے دینے کی توفیق ملی ہے وہ نہ ملتی اور تم میں سے بہت سے لوگ پیچھے رہ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی پہلے پہل یہ اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص تین ماہ کے بعد ایک دھیلا بطور چندہ نہیں دیتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔3 پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے جنہوں نے وصیت میں اپنی آمد کا کم از کم دسواں حصہ دینے کا اعلان کیا۔4 اگر خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دھیلا فی سہ ماہی کی بجائے ماہوار آمد کا 1/10 نکلواتا تو بہت سے احمدی اس قربانی سے رہ جاتے۔ اس ایک دھیلے فی سہ ماہی پر بھی لوگوں کے خطوط آتے تھے کہ اس سے لوگوں کو ٹھوکر لگے گی۔ پھر اس دھیلے سے آمد کا 1/10 ہوا۔ پھر تحریک ستمبر میں بیس فیصدی ہوا۔ پھر تیس فیصدی ہوا۔ پھر چالیس پچاس فیصدی تک چندہ گیا۔ گو یہ تحریک عارضی تھی لیکن اس میں پچاس فیصدی تک چندہ گیا ہے اور جماعت کا کچھ حصہ ایسا ہے جس نے پچاس فیصدی کچھ عرصہ تک دیا ہے۔ لیکن یہی تحریک کسی وقت ایک دھیلا کے برابر تھی۔ جو شخص اُس زمانہ میں ایک سو روپیہ ماہوار کماتا تھا اُسے یہ کہا گیا تھا کہ تم ایک دھیلا فی سہ ماہی دیا کرو۔ لیکن اب اُسے یہ کہا جاتا ہے کہ تم تیس روپے فی سہ ماہی دیا کرو۔ تیس روپے اور ایک دھیلا میں کتنا فرق ہے؟ تیس روپے کے 3840 دھیلے بنتے ہیں۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار ہزار گُنا چندہ بڑھا دیا تھا۔ پہلے کہا کہ تین ماہ کے بعد ایک دھیلا دیا کرو۔ پھر اسی شخص کو کہا کہ تم اپنی ماہوار آمد کا دس فیصدی دو۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چندہ کو چار ہزار گُنا زیادہ کر دیا۔ تو تمہارے دل میں وسوسہ نہ پیدا ہوا۔ میں نے تحریک کی میعاد کو دس سال سے اُنیس سال کر دیا تو تمہیں اعتراض سُوجھنے لگا۔ میں اگر اس تحریک کو تمہاری ساری عمر کے لئے بھی کر دوں اور عمر ساٹھ ستّر سال فرض کی جائے تو اس صورت میں مَیں اسے صرف چار گنا کروں گا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے چار ہزار گنا کر دیا تھا۔

پھر نمازوں کو دیکھ لو جب قائم ہوئی تو یہ دو رکعت تھی، پھر چار رکعت ہوگئی۔ جس کو تم قصر کہتے ہو وہ قصر نہیں وہ اصل ہے۔ صرف عام نماز دگنی ہوگئی ہے۔ گویا سفر میں آدھی نماز نہیں ساری ہے۔ حضر میں وہ دگنی ہوگئی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لوگ کہتے ہیں نماز قصر ہوگئی وہ قصر نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ حضر میں نماز دگنی ہوگئی ہے۔5 خدا تعالیٰ نے کہا تھا یہ زیادتی تمہارے ایمانوں کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ میں نے بھی تمہارے ایمانوں کو بچانے کے لئے قدم بقدم کام لیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا نماز کو دو رکعت سے چار رکعت کرنا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کا ایک دھیلا فی سہ ماہی سے آمد کا دس فیصدی چندہ کر دینا دھوکا نہیں اور اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آئندہ ترقیات کا علم نہیں تھا تو میرا دس سال سے اُنیس سال کرنا دھوکا کیسے ہوا۔ اگر یہ دھوکا ہے تو خدا تعالیٰ کا دو رکعت نماز کو چار رکعت کرنا بھی نعوذ باللہ دھوکا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دھیلا فی سہ ماہی چندہ کو آمد کا 1/10 کرنا بھی نعوذ باللہ دھوکا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر میرا طریق بھی تمہارے ایمانوں کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ پھر یہ دھوکا اُس وقت بنتا جب یہ کام مفید نہ ہوتا یا کام دس سال میں پورا ہو جاتا۔ مگر کیا تم اتنے ہی بے وقوف ہو کہ تم سمجھ رہے ہو کہ دنیا دس سال میں فتح ہو جائے گی؟ یا دنیا اُنیس سال میں فتح ہو جائے گی؟ تمہیں تو یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ خدا تعالیٰ تمہیں قدم بقدم ایمان کی طرف لے جا رہا ہے۔ دس اور اُنیس سال کا یہاں سوال نہیں۔ کیا تم نے بیعت کرتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ میں دس سال تک قربانی کروں گا؟ تمہیں ٹھوکر لگنی تھی تو اِس بات پر لگنی چاہیے تھی کہ میں نے دس سال یا اُنیس سال کیوں کہے ہیں۔ تم پوچھتے حضور! ہم نے قربانی کا وعدہ تو بیعت کرتے وقت موت تک کیا تھا اور آپ دس سال یا اُنیس سال تک ہمیں لے جا کر چھوڑ رہے ہیں۔ پس دیانتداری کا یہ طریق تھا کہ تم پوچھتے کہ ہمیں اُنیس سال کے بعد کیوں چھوڑ دیں گے؟ کیا اُنیس سال کے بعد نمازیں اور روزے معاف ہو جائیں گے؟ کیا اُنیس سال کے بعد تم بیوی بچوں کی پرورش چھوڑ دو گے؟ کیا اُنیس سال کے بعد تم کھانا کھانا چھوڑ دو گے؟ اگر اُنیس سال کے بعد تم نمازیں اور روزے چھوڑ نہیں دو گے، اگر اُنیس سال کے بعد تم بیوی بچوں کی پرورش چھوڑ نہیں دو گے، اگر اُنیس سال کے بعد تم کھانا کھانا چھوڑ نہیں دو گے تو پھر اسلام کو یہ کہتے ہوئے کیوں چھوڑ دو گے کہ وہ ترقی کرے یا نہ کرے ہم نے تو اُنیس سال چندہ دے دیا۔ یہ تو پاگلوں والا خیال ہے کہ دس سال سے اُنیس سال تک تحریک کیوں بڑھا دی گئی۔ سوال یہ

ہونا چاہیے تھا کہ یہ تحریک اُنیس سال سے زیادہ کیوں نہیں؟ جب کہ بیعت کرتے وقت ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم مرتے دم تک قربانی کرتے رہیں گے۔

پس ستر ھویں سال کی تحریک کا اعلان کر کے میں کہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں یہ مثل مشہور ہے کہ جتنا گُڑ ڈالو گے اُتنا ہی شربت میٹھا ہوگا۔تم جتنی قربانی کرو گے اُتنی ہی جلدی اسلام پھیلے گا۔تم اپنی زبان سے کئی بار کہتے ہو کہ ہمیں قادیان کب ملے گا،سوال یہ ہے کہ قادیان کو کیا فضیلت حاصل ہے؟ کیا قادیان کے لوگ پاخانہ کی بجائے مُشک پھرتے ہیں؟ یا وہاں کے مکانوں کی اینٹیں مٹی کی بجائے ہیرے اور جواہرات کی بنی ہوئی ہیں؟ قادیان کو اگر کوئی فضیلت حاصل ہے تو وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے اِس زمانہ میں اسلام کی اشاعت کا مرکز بنایا ہے۔اگر تمہارے اندر اسلام کی اشاعت کا جوش نہیں، اگر تم قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں تو قادیان تمہاری نظروں میں مزبلہ[6] اور رُوڑی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔اگر تمہیں قادیان کے ساتھ واقعی اُنس اور محبت ہے تو تمہیں قربانیاں دینی پڑیں گی اور قربانی کے بعد قربانی دینی پڑے گی۔اگر کوئی قربانی سے گریز کرتا ہے تو چاہے وہ منہ سے نہ کہے وہ اپنے عمل سے یہ کہتا ہے کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ[7] جاؤ اے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں تم اور تمہارا رب دونوں لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔دنیا کے ہر ملک میں، دنیا کے ہر گوشے میں، دنیا کے ہر پردہ پر اور دنیا کی ہر حکومت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم قابلِ تحقیر سمجھی جاتی ہے۔تم نے اسے نئے طور پر قائم کرنا ہے۔تم ایک معمولی مکان پر باوجود معمولی حیثیت ہونے کے ہزاروں روپے لگا دیتے ہو لیکن یہاں تم نے ساری دنیا کی عمارت کو گرا کر اسے نئے سِرے سے تعمیر کرنا ہے۔پہلے تمہیں اِس عمارت کو شمالی کرۂ ارض سے لے کر جنوبی کرۂ ارض تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک منہدم کرنا ہوگا اور انہدام پر بھی بڑا خرچ ہوگا اور پھر اسے دوبارہ تعمیر کرنا ہوگا اور تعمیر پر بھی بڑا خرچ ہوگا۔تم یہ کس طرح امید کر سکتے ہو کہ تم اپنی انتہائی قربانی کے ساتھ اُنیس سال میں اس عمارت کی بنیاد بھی رکھ سکو گے۔میں تو سمجھتا ہوں ابھی پاکستان اور بھارت میں بھی تبلیغ کی بہت ضرورت ہے۔اور صدر انجمن احمدیہ اس میں کوتاہی سے کام لے رہی ہے اور وہ نئے مبلغ نہیں رکھ رہی۔پچھلے دس سالوں میں اس نے ایک نیا مبلغ بھی نہیں رکھا۔ایک دفعہ جب میں نے پوچھا تو پاکستان کے مبلغ انہوں نے بڑے زور کے ساتھ آٹھ دس تک بتائے۔آٹھ کروڑ کی

آبادی میں صرف آٹھ نو مبلغ رکھنے کے کوئی معنے ہی نہیں۔ بھارت کے مبلغوں کو بھی شامل کرلیا جائے تو وہ کُل چودہ مبلغ بنتے ہیں۔ یعنی ایک مبلغ تین کروڑ افراد کے لئے رکھا ہوا ہے۔ اگر اس مبلغ کا ذرہ ذرہ کر کے ایٹم بنایا جائے اور پھر الیکٹران بنائے جائیں تو مبلغ کا ایک ایک الیکٹران ایک آدمی کے حصہ میں بھی نہیں آئے گا۔ غرض باہر کے لوگ تو الگ رہے یہاں پاکستان ہندوستان میں بھی مبلغوں کی ضرورت ہے اور یہاں بھی لٹریچر پھیلانے کی ضرورت ہے۔

بہرحال اس تمہید کے ساتھ میں سترھویں سال کے وعدوں کے لئے اعلان کرتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ باتیں بھی بیان کر دیتا ہوں کہ وعدہ بھیجنے کا آخری وقت فروری ہوگا۔ مغربی پاکستان کے جو وعدے دس فروری تک آجائیں گے وہ قبول کر لئے جائیں گے۔ لیکن بجٹ کے بنانے کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ وعدے دسمبر تک پہنچ جائیں۔ تمام جماعتوں کو چاہیے کہ وہ کوشش کریں کہ جلسہ سے پہلے یا جلسہ کے ایام میں آکر اپنے وعدے دے دیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔ پھر میں مخلص احباب سے کہوں گا کہ چاہے تم گزشتہ وعدے پر ایک پیسہ یا دو پیسہ ہی بڑھاؤ ضرور بڑھاؤ۔ میں اس کو بھی کم عقلی سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص اپنا وعدہ اِتنا بڑھا دے کہ ادا بھی نہ کر سکے۔ یہ اخلاص نہیں نیورستھینیا (Neurasthenia) کی ایک قسم ہے۔ لیکن اس لئے کہ تمہارے قدم ہمیشہ آگے رہے تم گزشتہ وعدے پر ایک پیسہ یا دو پیسہ ہی بڑھا دو تو یہ کوئی بوجھ نہیں۔ قدم آگے رکھنا مومن کی علامت ہے۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وعدے وہی لوگ لکھوا سکتے ہیں جنہوں نے گزشتہ سال کے وعدے سو فیصدی پورے کر دیئے ہیں۔ جن لوگوں نے گزشتہ سال کے وعدے پورے نہیں کئے اُن میں سے وہی لوگ وعدے بھجوا سکتے ہیں جن کے ذمہ بیس فیصدی سے زیادہ گزشتہ سالوں کا بقایا نہ ہو اور جن لوگوں کے ذمے بیس فیصدی سے زیادہ رقم بقایا ہوگی اُن سے وعدے اِسی صورت میں لئے جائیں گے جب وہ وعدے کے ساتھ یہ پختہ عہد لکھ کر بھیجیں کہ وہ اپریل 1951ء تک اپنا سب بقایا سو فیصدی پورا کر دیں گے اور سترھویں سال کا وعدہ تیس نومبر تک پورا ادا کر دیں گے۔ اور اگر اس تحریر کے ساتھ اپنا وعدہ نہیں بھیجیں گے تو وہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔ بھارت اور مشرقی پاکستان کے وعدے دس اپریل تک لئے جائیں گے اور ہندوستان و پاکستان سے باہر کے وعدے دس جون تک وصول کئے جائیں گے۔

تحریک جدید دفتر دوم سال ہفتم کا بھی میں اس کے ساتھ ہی اعلان کرتا ہوں اور نو جوانوں سے کہتا ہوں ابھی وعدوں میں بہت کمی ہے۔ پہلے لوگوں نے وعدوں کو تین لاکھ تک پہنچایا تھا ئَ پود کو اس سے بھی اوپر جانا چاہیے۔ لیکن اس میں بعض دقتیں بیان کی گئی ہیں اُن کو سمجھتے ہوئے میں قواعد میں تبدیلی کر دیتا ہوں۔ تحریک جدید دفتر دوم میں شامل ہونے کے لئے پہلے یہ شرط تھی کہ حصہ لینے والا پچھلا بقایا بھی ادا کرے۔ آئندہ کے لئے میں یہ ترمیم کر دیتا ہوں کہ یہ تحریک اُنیس سال کی ہے۔ گو جیسا کہ میں نے بتایا ہے تمہیں اس پر بھی اعتراض ہونا چاہیے کہ صرف اتنے سال کے لئے کیوں ہے؟ بہرحال جس سال بھی کوئی تحریک جدید دفتر دوم میں شامل ہوگا اُس کا وہی پہلا سال شمار ہوگا۔ مثلاً جو شخص اِس سال تحریک جدید میں شامل ہوتا ہے اُسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ پہلے سالوں کا بقایا بھی ادا کرے۔ اُس کا یہ سال پہلا سال شمار ہوگا اور اس کے بعد اُسے اُنیس سال تک چندہ دینا ہوگا۔ مگر اس میں نابالغی کے سال شامل نہ ہوں گے وہ زائد ہوں گے۔ دوسری تبدیلی میں یہ کرتا ہوں کہ دفتر اول کی طرح دفتر دوم کی بھی یہی شرط ہوگی کہ حصہ لینے والا پانچ، دس یا بیس روپے کی شکل میں چندہ دے۔ یہ کہ حصہ لینے والا اپنی آمد کا نصف، تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ دے۔ میں اِس شرط کو اُڑاتا ہوں۔ مخلصین آپ ہی آپ زیادہ چندہ دیں گے۔ دفتر اول میں مَیں نے بعض دوست ایسے دیکھے ہیں جو ایک ایک ماہ یا دو دو ماہ کی آمد بطور چندہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ تو چندہ دیں گے ہی لیکن کمزور لوگ پیچھے رہ جائیں گے۔ وہ ڈریں گے کہ پچھلے سالوں کے بقائے کس طرح ادا کریں گے۔ قربانی کرنے کی عادت ہمیشہ آہستہ آہستہ پڑتی ہے۔ پس تحریک جدید میں شامل ہونے کے لئے ابتدا میں پانچ روپے کا وعدہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ شرط یہ ہوگی کہ وعدہ لکھوانے والا اپنی ماہوار آمد بھی لکھوائے اور کوشش کی جائے کہ کوئی احمدی ایسا نہ رہے جس نے تحریک جدید میں حصہ نہ لیا ہو۔ تا ساری جماعت فخر کے ساتھ کہہ سکے کہ اسلام کا جھنڈا بلند کرنے میں اس کا ہر فرد شامل ہے۔ مگر دفترِ اول والی شرائط ان پر بھی چسپاں ہوں گی۔ یعنی جو لوگ پہلے سے وعدہ کرتے آئے ہیں اُن میں سے جو لوگ وعدہ ادا کر چکے ہیں اُن کے وعدے قبول کئے جائیں گے دوسروں کے نہیں۔ ہاں اگر کسی کے ذمہ بیس فیصدی بقایا ہے تو ہم اُس پر اعتبار کریں گے اور اُس کا آئندہ وعدہ قبول کر لیں گے۔ لیکن باقی لوگوں کو وعدہ کرتے وقت تحریری طور پر یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ آئندہ اپریل کے آخر تک کُل سابقہ بقایا ادا کر دے گا اور 30 نومبر 1951ء تک نئے سال کا

وعدہ بھی ادا کر دے گا۔ اگر وہ گزشتہ سالوں کے بقائے اور اس سال کے وعدے ادا نہ کریں تو بیشک انہیں اس فوج سے جو مجاہدینِ اسلام کی فوج ہے نکال دیا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ نئی شرطوں کے ساتھ ہر احمدی کے لئے تحریک جدید میں حصہ لینا آسان ہو جائے گا۔ پہلے سال اگر کوئی پانچ روپے چندہ لکھاتا ہے تو دفتر کا فرض ہے کہ وہ اتنا چندہ لکھ لے۔ اگر خدا تعالیٰ اُس کے ایمان کو مزید تقویت دے گا تو وہ اَور چندہ لکھوائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگوں نے دفتر اول میں پہلے سال پانچ پانچ روپے کے وعدے لکھائے تھے اور اب اُن کے وعدے سینکڑوں تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ اُن کا اخلاص پہلے کی نسبت بڑھ گیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ لے جانے والے انصار کا آپؐ سے جو معاہدہ ہوا تھا اور جس میں حضرت عباسؓ بھی شریک تھے وہ معاہدہ یہ تھا کہ اگر دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان پہنچانا چاہا تو انصار اپنی جان و مال قربان کر کے دفاع کریں گے۔ لیکن اگر مدینہ سے باہر جنگ ہوئی تو انصار پر دفاع کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔ جب بدر کا موقع آیا اور مسلمانوں کا لشکر باہر گیا تو خیال تھا کہ ان کا مقابلہ یا تو تجارتی قافلہ سے ہوگا اور یا پھر مکہ سے آنے والے لشکر سے ان کی لڑائی ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا تھا کہ مقابلہ لشکر سے ہے مگر ساتھ ہی یہ اشارہ کیا گیا کہ ان لوگوں کو ابھی بتانا نہیں کہ لڑائی مکہ سے آنے والے لشکر سے ہوگی۔ جس طرح میرے منہ سے خدا تعالیٰ نے پہلے دس سال نکلوائے پھر اُنیس ہو گئے اِسی طرح بدر کے مقام پر پہنچ کر یہ پتا لگا کہ قافلہ تو نکل چکا ہے اب مکہ سے آنے والے لشکر سے ہی مسلمانوں کی لڑائی ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ قافلہ نکل چکا ہے اب لڑائی مکہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ ہوگی۔ آپ لوگ مجھے اس بارہ میں مشورہ دیں۔ مہاجرین نے مشورے دینے شروع کئے لیکن انصار خاموش رہے۔ آپؐ نے پھر فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ اِس پر اَور مہاجرین اُٹھے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اِس طرح ایک کے بعد دوسرا مہاجر کھڑا ہوتا اور وہ کہتا یا رسول اللہ! ہم تو مکہ والوں کی شرارتوں سے تنگ آ گئے ہیں، مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو یہاں بھی وہ آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ ہم قافلہ سے بھی لڑنے کے لئے آئے تھے اب اگر دوسرا لشکر بھی آ گیا ہے تو اس سے بھی ہمیں لڑنا چاہیے۔ لیکن ہر ایک کا جواب سن کر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہی فرماتے اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ اِس پر ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی مراد شاید انصار سے ہے کیونکہ مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے لیکن پھر بھی آپ بار بار مشورہ طلب کررہے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم تو اِس لئے خاموش بیٹھے تھے کہ حملہ آور لشکر مہاجرین کا رشتہ دار ہے۔ اگر ہم نے لڑائی کا مشورہ دیا تو مہاجرین کا دل دُکھے گا اور وہ کہیں گے اچھا بھائی چارہ ہے کہ اب یہ ہمارے رشتہ داروں سے بھی لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! شاید آپ اِس لئے مشورہ مانگ رہے ہیں کہ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہمارے اور آپ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا کہ اگر مدینہ میں آپؐ پر اور مہاجرین پر کسی نے حملہ کیا تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن اگر مدینہ سے باہر جنگ ہوئی تو ہم حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ شاید آپ کا اشارہ اِس معاہدہ کی طرف ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اُس انصاری نے کہا یا رسول اللہ! وہ وقت تو ایسا تھا کہ ہمیں پتا نہیں تھا کہ آپ کی حیثیت اور شان کیا ہے اور چونکہ ہم آپ کی حیثیت اور شان سے ناواقف تھے اس لئے ہم نے وہ معاہدہ کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مدینہ تشریف لائے اور آپ کے نشانات اور معجزات ہم نے دیکھے، آپ کی صداقت ہم پر ظاہر ہوئی اور ہم نے آپ کے مرتبہ اور شان کو پہچان لیا۔ اب معاہدوں کا سوال نہیں رہا۔ یا رسول اللہ! ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ **اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ** کہ موسیٰ! تُو اور تیرا رب جاؤ اور دشمن سے جنگ کرتے پھرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور یا رسول اللہ! ہم جب تک زندہ ہیں وہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دشمن آپ تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آئے تو آئے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جنگ تو ایک معمولی بات ہے یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر سمندر ہے (عرب لوگ سمندر سے ڈرتے تھے) آپ ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں اپنی سواریاں ڈال دو تو ہم بغیر کسی تردّد کے اپنی سواریاں سمندر میں ڈال دیں گے۔8

غرض جب ایمان بڑھ جاتا ہے تو قربانی حقیر ہو جاتی ہے اور جب ایمان کم ہوتا ہے تو قربانی کی عظمت بڑھتی جاتی ہے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ایک آدمی پانچ روپے چندہ لکھا کر یہ سمجھے گا کہ وہ لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہو گیا بلکہ اِس کا پھل بھی اُسے ملے گا۔ کھیت میں اگر پانچ سیر گندم کا

بیج ڈالا جائے تو اُس سے پانچ سیر ہی گندم نہیں نکلتی بلکہ وہ کئی من ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح پانچ روپے پانچ روپے نہیں رہیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں طاقت دی تو یہ پانچ دس ہو جائیں گے، دس بیس ہو جائیں گے اور بیس پچاس ہو جائیں گے، اور اگر اَور طاقت مل گئی تو ان پچاس روپے کا بیج یقیناً اَور زیادہ کھیتی نکالے گا۔ پس جب میں پانچ کہتا ہوں تو یہ جانتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو پانچ روپے کا بیج ڈالے گا آئندہ اِس سے کئی گُنا فصل کاٹے گا۔ ہر دوسرے سال کا چندہ پہلے سال کی فصل ہے اور ہر تیسرے سال کا چندہ دوسرے سال کی فصل ہے۔ اور فصل بیج کے برابر نہیں ہوا کرتی بلکہ اُس سے کئی گُنا زیادہ ہوا کرتی ہے۔

پس میں نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں سے کہتا ہوں کہ پانچ روپے کی حقیر رقم دے کر تحریک جدید کی فوج میں اپنے آپ کو شامل کر لو تا تمہارا ایمان بڑھے اور تمہیں پہلے سے بڑھ کر قربانیاں کرنے کی توفیق ملے تا کہ جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو تو تم فخر سے محسوس کر سکو کہ اِس غلبہ میں تمہارا بھی حصہ ہے۔''

(الفضل مورخہ 30 نومبر 1950ء)

1: یٰسٓ: 31

2: بنی اسرائیل: 35

3: مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 468، 469 بعنوان ''آخری فیصلہ'' (مفہوماً)

4: رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 318، 319

5: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب صلاۃ المسافرین و قصرھا (مفہوماً)

6: مزبلہ: کوڑا دان

7: المائدہ: 25

8: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 267 مطبع مصر 1936ء